Vol. 7 No.2 2024

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7615

# نثری تصانیف پر ماہر القادری کی تنقید

حافظ غلام مرتضیٰ

لیکچرار شعبہ اردو،

لاہور لیڈز یونی ورسٹی، لاہور

اسلم حمید

پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اردو

گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور

## Abstract

*Mahir-ul-Qadri was born in the district of UP, India in 1906. After the establishment of Pakistan, he first came to Lahore and then migrated to Karachi. He started his literary career at the beginning of summer. He was accessible. He was a multi-lingual person. His memory was very strong. As a result of this, there was diversity in the knowledge and breadth of Purana on various topics. Mahir-ul-qadri is one of the few personalities who earned a name in literature, unfortunately, Mahir-ul-Qadri could not get the position he deserved. Mahir al-Qadri's study was very extensive, it can be estimated from the fact that he used to consult with the writers and scholars of that time to research a single word. For the purpose of research, he read many books. He was studying. And if someone raised an objection to him regarding a mistake, he would accept it with an open heart and would not give any opinion about any writing without doing research.*

**Key words :** criticism, literature, , Poetic virtues, Inflammation, Novelist, A travel writer, Naat Khawan

ماہر القادری اردو کے ماہر تو تھے ہی، عربی، فارسی، ہندی اور انگریزی میں بھی ان کو دسترس حاصل تھی۔ وہ کثیر المطالعہ شخص تھے اور مختلف موضوعات پر بیت سی کتابیں ان کی نظر سے گزری تھیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مختلف موضوعات پر ان کی معلومات میں بہت وسعت اور تنوع پیدا ہو گیا تھا۔ حافظہ قوی تھا۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ایسا شخص جب کسی کتاب پر تنقید کرے گا تو وہ کس پائے کی تنقید ہو گی؟ چنانچہ ماہر القادری کی تنقید محض رسمی نہیں ہوتی تھی بلکہ زیرِ تنقید کتاب کے معائب و محاسن کا مدلّل محاکمہ ہوتی تھی۔ اور اس سے بھی بڑھ کر موضوع زیرِ بحث کا جامع تعارف اور متعلقہ کتاب کا تکملہ ہوتے تھے کیونکہ اس موضوع کے جو پہلو مصنف سے نظر انداز ہو جاتے وہ ان کی نشاندہی اس طرح کرتے کہ تشنگی دور ہو جاتی، اس لیے اس تنقید کو موافق و مخالف سبھی حضرات توجہ کے ساتھ پڑھتے اور سراہتے تھے۔

ماہر القادری نے تنقید کا باقاعدہ آغاز رسالہ "فاران" میں "ہماری نظر میں" کے عنوان سے کیا۔ اس عنوان کے تحت ماہر صاحب نے مختلف نثری تصانیف پر تنقید کی۔ 1949ء سے 1978ء تک انھوں نے بے شمار کتب کو تنقید کے گھیرے میں جکڑا، جن میں ناول، افسانہ، ڈرامہ اور زبان پر مشتمل سب کتب شامل ہیں۔ ان کتب پر تنقید ماہر صاحب نے منفرد انداز میں کی۔ وہ زیرِ بحث تصنیف کا تعارف ضرور لکھتے، اور عنوان بھی اسی تصنیف کا نام ہی ہوتا تھا۔ اس کے ساتھ مصنف کا نام، تصنیف کی ضخامت یعنی صفحات کی تعداد اور پھر ناشر کا مکمل پتہ بھی لکھا جاتا تھا۔ آغاز میں اکثر ماہر صاحب تصنیف اور مصنف کا تعارف اور تعلق بیان کرتے اور اپنے عنوان کی وضاحت کرتے۔ پھر اس تصنیف میں اغلاط کی نشاندہی کرتے اور ساتھ ہی دلائل سے ان کی درستی بھی لازمی کرتے۔ تنقید کے آخر میں مصنف کی تعریف بھی کر دیتے اور ساتھ ہی مستقبل کے مشورے بھی دیتے تاکہ مصنف آئندہ اس طرح کی اغلاط سے بچ سکے۔ ماہر صاحب کے اس اندازِ تنقید کو سمجھنے کے لئے چند تصانیف کی مثالیں زیرِ بحث لاتے ہیں۔ مثلاً

ایم اسلم کا ایک ناول "رقصِ ابلیس" ہے جس پر ماہر صاحب نے تنقید کی۔ پہلے ہندوستان اور پاکستان کے 1947ء کے حالات پر روشنی ڈالی اور پھر ناول کے حوالے سے بات کی۔ ناول کے مصنف ایم۔ اسلم کے متعلق بتاتے ہیں کہ وہ اصل میں افسانہ نگار ہیں لیکن یہ ناول ڈائری اور روزنامچہ لگتا ہے۔ لکھتے ہیں:

> ” افسانوی ٹیک نیک خیالی افسانوں اور تخیلی ناولوں میں پیدا کی جاتی ہے، افسانہ نگار اپنی تخیل کے
> زور سے خاکے بناتا اور ان میں رنگ بھرتا ہے مگر جب واقعات افسانہ اور ناول کے روپ میں آتے

Vol. 7 No.2 2024
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

ہیں تو تخیل کی شوخیاں پابند ہو جاتی ہیں، کتاب کہنے کو تو ناول ہے لیکن اس میں ڈائری اور روزنامچے
کا رنگ پیدا ہو گیا ہے۔" (1)

ماہر صاحب نے خود بھی ناول اور افسانے لکھے۔ اس لیے وہ ان کی ہیت اور ان کے فنی و تکنیکی لوازمات سے بخوبی آگاہ تھے۔ ناول اور افسانے کے درمیان فرق کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب انھوں نے زیرِ بحث ناول کا مطالعہ کیا تو اس میں تکنیکی اعتبار سے بھی بہت سے مسائل کو زیرِ بحث لائے۔ آغاز میں ناول کا سرسری جائزہ لیا اور ناول کی تعریف ان الفاظ میں کی:

"مصنف نے جب اس کتاب کو لکھا تو معلوم ہوتا ہے اس کے دل کا خون انگلیوں میں کھینچ کر آ گیا تھا
بعض حصے بہت زیادہ دردناک ہیں۔ اسلم صاحب نے دل کی چیخوں کو لفظوں میں بند کر دیا ہے، کہیں
"بہت زیادہ درد انگیز ہے۔ مصنف کی طبیعت کا جھکاؤ فطرتاً مظلوم

climax

ان خونیں حادثات

"کا

ترفرقہ کی طرف ہے مگر اس کے قلم نے غیر مسلموں کے ایثار، رحم دلی اور عالی ظرفی کو بھی سراہا ہے۔" (2)

مندرجہ بالا عبارت سے اندازہ ہوتا ہے کہ ماہر القادری نے کتنے خوب صورت انداز میں مصنف کی حوصلہ افزائی کہ ہے۔ اور کتنے دلکش الفاظ کا استعمال کیا ہے۔ ماہر القادری چونکہ قواعد و زبان پر مکمل دسترس رکھتے تھے اس لیے ہر زیرِ تنقید تصنیف کی زبان و بیان کے حوالے سے اغلاط کی نشاندہی ضرور کرتے۔ مذکورہ ناول سے بھی نہ صرف اغلاط کو تلاش کیا بلکہ ان کی اصلاح بھی ساتھ ہی کی ہے۔ مثلاً

"1۔ لیکن اس سے مستقل طور پر ہم پر اس کی لتاڑ رہے گی۔"
اصلاحی اشارے: "لتاڑ پڑنا بولتے ہیں۔

2۔ "ہوا میٹھی میٹھی لوری دے رہی تھی۔ یہ تو معلوم نہیں کہ کیا وقت تھا لیکن اِدھر اُدھر سے
مرغ کی ککڑوں کوں سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہ تھا"۔
اصلاحی اشارے: "ککڑوں کوں، طنز اور مزاح کے موقعہ پر بولا جاتا ہے جس کا یہاں کوئی
قرینہ نہیں"۔

3۔ وہ علمائے دین جو مساجد میں امامت کرواتے ہیں۔
اصلاحی اشارے: "کرواتے ہیں" وجدان پر سخت گراں گزرتا ہے۔ اسلم صاحب نے متعدد
جگہ یہی لفظ استعمال کیا ہے۔

4۔ "مجھے ذرا درد ہو رہا ہے۔"
اصلاحی اشارے: میرے ذرا درد ہو رہا ہے یا مجھے ذرا درد محسوس ہو رہا ہے۔

5۔ "عباس سے بہت اچھے الفاظ سے تعارف کروایا:"
اصلاحی اشارے: بہت اچھے الفاظ "میں تعارف کرایا" ہونا تھا۔" (3)

ماہر صاحب نے بہت خوب صورت انداز میں ناول سے زبان وبیان کی غلطیاں نکال کر ان کی اصلاح بھی کی ہے۔ایک ماہر زبان ہونے کے ناطے انھوں نے مذکورہ ناول کی نہ صرف غلطیوں کی نشاندہی کی بلکہ ان کی اصلاح بھی دلائل کے ساتھ کی ہے۔یہی ماہر صاحب کی سب سے بڑی خوبی ہے جو انھیں اپنے معاصر نقادوں سے ممتاز کرتی ہے۔آخر میں اس ناول اوراس کے مصنف کی تحسین وتعریف کرتے ہوئے آئندہ کے لئے چند مشورے بھی یوں دیئے ہیں:

''اسلم صاحب کی نئی کتابوں کے جو مسودے چھپنے کے لئے تیار ہیں،ان پر انھیں نگاہِ تنقید ڈال کر زبان وبیان کی غلطیاں دور کر دینی چاہیئں۔اس قسم کی غلطیاں ان کے یہاں دیکھ کر ہمیں افسوس ہوتا ہے۔ان تمام کوتاہیوں کے باوجود "رقصِ ابلیس" میں دلچسپی پائی جاتی ہے---اور سوز ودرد بھی! اسلم نے اپنے دل کی چبھن لفظوں میں سمودی ہے،جہاں یہ احساس شدید ہو گیا ہے—وہاں! ضبط کرنا تھا کہ آنسو بن گئے آواز کے۔''

(4)

ماہر القادری صاحب کے اس طرزِ تنقید سے ان کے تنقیدی شعور کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔خامیوں کی نشاندہی کے باوجود انھوں نے مصنف کے لئے تعریف کا انداز اپنایا ہے۔اس طرح مصنف کو آئندہ کی تصانیف میں ان غلطیوں سے بچنے کا مشورہ بھی دیا ہے۔

فسانہ مبتلاء:از:۔شمس العلماء ڈپٹی نذیر احمد مرتبہ:پروفیسر افتخار احمد صدیقی ضخامت:۔370صفحات ملنے کا پتہ:۔مجلسِ ترقی ادب،کلب روڈ،لاہور۔''فسانہ مبتلاء'' مرتبہ پروفیسر افتخار احمد صدیقی،پر ماہر صاحب نے تنقید اس انداز میں کی کہ پہلے افتخار احمد صدیقی کے بارے میں بتایا ہے کہ کس طرح انھوں نے مقدمے میں ڈپٹی نذیر احمد کی انشاء پردازی اور ناول نگاری کی خوبیوں کا اعتراف کیا ہے۔ماہر صاحب کا کہنا ہے کہ افتخار احمد صدیقی نے نہ صرف ڈپٹی نذیر احمد کی تعریف وتحسین کی ہے بلکہ ان کی ناول نگاری کے ناقد بھی رہے ہیں۔ماہر صاحب نے اس ناول اور اس کے مصنف کے بارے میں یوں لکھا:

''فسانہ مبتلاء'' کوئی شک نہیں ایک دلچسپ ناول ہے،یہ ناول اس زمانے میں لکھا گیا،جب ڈپٹی نذیر احمد کے سامنے ناول نویسی اور کردار نگاری کا کوئی نمونہ اردو زبان وادب میں موجود نہ تھا،اس لیے مقدمہ نگار کے لفظوں میں بجاطور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ کردار نگاری کی صنف میں ڈپٹی صاحب اردو زبان کے "نقوشِ اوّل" ہیں! بعض مقامات پر مکالموں نے وعظ ونصیحت کی کھلی ہوئی صورت اختیار کر لی ہے،ناول نگار نے ایجاد کی جگہ خاصے اطناب سے کام لیا ہے۔''(5)

ناول کے فن پر بحث کرتے ہوئے اس کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس ناول مین زبان کی گھلاوٹ اور سلاست کا کیا کہنا،جی چاہتا ہے کہ عبارت کو بار بار پڑھیئے اور شعر کی طرح لطف اٹھایئے۔''(6)

ماہر صاحب چونکہ دینی علوم پر دسترس رکھتے تھے اس لئے مذکورہ ناول میں موجود دینی نقطۂ نظر سے چند غلطیوں کی اس طرح نشاندہی کی ہے:

''اس ناول میں ڈپٹی نذیر احمد نے "تعدادِ ازواج" کے مسئلہ کو جس انداز میں پیش کیا ہے،وہ دینی نقطۂ نگاہ سے مستحسن نہیں ہے! "تعدادِ ازواج" بے شک "حکم" نہیں "اجازت" ہے مگر اس "اجازت" کو جو کوئی برائی سمجھتا ہے،اس نے قرآنی نقطۂ نگاہ کو نہیں سمجھا۔''(7)

ماہر صاحب نے ''فسانہ مبتلاء'' میں زبان وبیان کی غلطیاں یوں نکالی ہیں:

''دیباچہ میں ڈپٹی نذیر احمد لکھتے ہیں:

"۔۔۔انہی کی قدردانی مجھے تصنیف وتالیف کی باعث ہوئی۔"

اصلاح:اس جملہ میں کس قدر ناپختگی پائی جاتی ہے۔۔

"میری ساری عمر انہی غوروں اور فکروں میں گزری ہے۔"

اصلاح:"غور"کی جمع"غوروں"محلِ نظر ہے۔۔۔

"سناسنا کر گالیوں کی بوچھار برسا رکھی ہے۔"

"بوچھار"کے ساتھ"برسنا"روزمرہ نہیں ہے،گالیوں کی بوچھار کر رکھی ہے لکھنا تھا۔"(8)

مذکورہ عبارت میں ماہر صاحب نے نہ صرف زبان وبیان کی مختلف غلطیوں کی نشاندہی کی ہے بلکہ ان کی درستی بھی کی ہے۔واحد جمع کی پہچان کروائی،"غور"کی جمع"غوروں"لکھی گئی جسے ماہر صاحب نے غلط قرار دیا ہے۔بوچھار اور برسا ایک ہی معنی دیتے ہیں۔اس لئے ماہر صاحب نے اس کی اصلاح بھی کی ہے۔اسی ناول کی مزید غلطیوں کی نشاندہی اس طرح کی ہے:

"ماں بہنوں کے ساتھ بیوں کی صحنک کھائے۔"

اصلاح:دلی اور لکھنؤ میں"بی بی کی صحنک"اور"بیوی کی صحنک"ہے دونوں طرح بولتے ہیں،مگر فصیح تر"بی بی کی صحنک"ہے کہ سیدہ فاطمۃ الزہرا،کو بیوی فاطمہ نہیں،بی بی فاطمہ کہتے ہیں۔

کتاب کے آخر میں"فرہنگِ الفاظ"ہے جس کے بعض لفظوں کے معنیٰ کو پڑھ کر کھٹک پیدا ہوئی۔۔مثلاً۔۔اچاپت۔۔ادھار کا لین دین۔

مگر قصائی کے یہاں سے گوشت اور پرچونی کی دکان سے سودا سلف ادھار کا لینے کو"اچاپت"کہتے ہیں،اگر سنار کی دکان سے زیور قرض لیا جائے یا ساہوکار سے ادھار کا لین دین ہو تو اسے"اچاپت"نہیں کہتے۔"(9)

مندرجہ بالا اقتباس میں ماہر القادری نے الفاظ کے چناؤ اور جملوں کی ساخت پر روشنی ڈالی اور اصلاح کرتے ہوئے بتایا ہے کہ کون سا لفظ کہاں اور کیسے استعمال کرنا چاہیئے تھا۔یعنی علمِ بیان کے مسائل واصلاح پر تنقید کی ہے۔یہ صرف ماہر القادری کا خاصا ہو سکتا ہے کیونکہ ماہر ہی تھے جنھوں نے تصانیف کے اسلوب،زبان وبیان غرض ہر پہلو سے جانچ پڑتال کی ہے۔یہی وجہ ہے کہ ماہر صاحب اپنے ہم عصر نقادوں سے منفرد اور ممتاز گردانے جاتے ہیں۔

ماہر صاحب نے ڈپٹی نذیر احمد کے ایک اور مشہور ناول"ابن الوقت"پر بھی تبصرہ وتنقید کی ہے۔"ابن الوقت"میں ایک کردار ابن الوقت ہے جو انگریزوں کے ساتھ میل جول رکھتا ہے،ان کے آگے پیچھے پھرتا ہے،اور ان کے جیسا رہن سہن اپنانے کی کوشش کرتا ہے۔بہت سے نقادوں کا کہنا ہے کہ ڈپٹی نذیر احمد نے ابن الوقت کی صورت میں سرسیّد احمد خان کا کردار بیان کیا ہے۔ماہر صاحب نے بھی اسی سلسلے میں اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا ہے:

"سرسیّد احمد خان مرحوم کو ئی شک نہیں مسلمانوں کی ترقی وفلاح کا بے پناہ جذبہ اور قومی درد اپنے اندر رکھتے تھے۔مگر اصلاح ترقی کے جوش میں ان سے بعض ایسی غلطیاں بھی سرزد ہوئی ہیں،جن کو دینی طبقہ نے پسند نہیں کیا،ڈپٹی نذیر احمد بھی علماء اور اہلِ فکر کے اسی طبقہ میں شامل تھے جو سرسیّد کے معتدل مذہبی معتقدات کا مخالف تھا،ڈپٹی صاحب مرحوم نے اپنی اس کتاب میں طرح طرح سے پیرایہ بدل بدل کے سرسیّد کے

مذہبی عقائد اور نظریات کا مذاق اڑایا ہے اور خوب کس کر تنقید کی ہے۔‘‘(10)

مندرجہ بالا اقتباس میں ماہر القادری نے ناول "ابن الوقت "کا فکری پس منظر بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ان کے نزدیک ڈپٹی نذیر احمد نے ابن الوقت کے پس منظر میں سر سیّد احمد خان کا کردار بیان کیا ہے۔اور یہ کردار انہی کا عکس معلوم ہوتا ہے۔ناول کے فنی پہلو پر ماہر صاحب نے یوں روشنی ڈالی ہے:

’’ابن الوقت‘‘ میں کردار نگاری کے بڑے اچھے نمونے ملتے ہیں،زبان کتنی شیریں اور رواں

ہے،پیرایہ بیان کس قدر دل نشین ہے،جو بات کہی ہے سلیقہ اور حسن کے ساتھ کہی ہے۔‘‘(11)

مندرجہ بالا جملوں میں ماہر صاحب نے ناول کے فن پر بات کرتے ہوئے اس کی کردار نگاری،زبان اور اندازِ بیان کو سراہا ہے۔ڈپٹی نذیر احمد کا یہ ناول ایک شاہکار تصور کیا جاتا ہے،کیونکہ یہ ناول کے تمام فنی پہلوؤں کو سموئے ہوئے ہے۔لیکن ماہر صاحب نے اس میں بھی زبان و بیان کی اغلاط کی نشاندہی کی ہے۔لکھتے ہیں:

’’ مجھے پڑی یہ کہ اب ان سے صاحب سے ٹھہری خصوصیت۔

اصلاح:۔ہمارے لیے یہ اندازِ بیان

کس قدر مانوس ہے۔

"انتقام لینا تو ابقائے رعب اور سیاست کے لئے ضرور ہو گا مگر تعمم کے ساتھ نہیں۔

---"سارا خرچ میرے پندار میں ہے۔"

---"انگریزوں سے میری معرفت ہے۔"

---"اب بھی ان کے سروں میں تعزز کے خیالات بھرے ہوئے ہیں۔"

اصلاح:"بقائے رعب"اور"تعمم"اس عربی آمیز اردو کا دور مولانا ابوالکلام آزاد پر ختم

ہو گیا۔

جس معنٰی میں ڈپٹی نذیر احمد نے"پندار"اور"معرفت"استعمال کیا ہے،اب ان معنی

میں یہ لفظ نہیں بولے جاتے،اب یوں بولتے ہیں:

"سارا خرچ میرے علم میں ہے۔"

"انگریزوں سے میرا تعارف ہے۔"

اصلاح:"تعزز"بھی اب اردو روزمرہ نہیں رہا،اس کی جگہ اب عزت و شہرت اور ناموری

وغیرہ الفاظ موقعہ محل کے لحاظ سے بولتے ہیں۔‘‘(12)

ماہر صاحب نے مندرجہ بالا عبارت میں ناول کی مختلف اغلاط کی نشاندہی کی ہے بلکہ اصلاح بھی کی ہے۔لیکن ڈپٹی نذیر احمد نے جس دور میں یہ ناول لکھا تب وہ اردو زبان سے اس طرح آشنا نہیں تھے جیسے آج کا ناول نگار۔اس کے علاوہ اردو زبان تب سے اب تک مختلف تبدیلیوں سے گزری ہے۔لٰہذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ ماہر صاحب نے جن اغلاط کی نشاندہی کی وہ ناول نگار کے دور میں غلطیاں نہ مانی جاتی ہوں گی۔زبان و بیان کی مزید غلطیاں یوں بیان کی ہیں:

’’---"جیتی مکھی کسی سے نہیں نگلی جاتی۔"صفحہ 291 پر یہ عبارت نظر آئی:

"تم کو دفعتاً بھرا بھتولا گھر چھوڑ کر شہر سے نکل جانا پڑا۔"

اصلاح:ایسے موقعوں پر روزمرہ"بھرا پُرا"ہے!"آباد گھر"کے معنٰی میں،جس میں ہر

طرح کا ساز و سامان ہوا۔"نور اللغات"میں"بھتولا"نہیں ملا اور نہ فرہنگِ آصفیہ

میں!ڈپٹی نذیر احمد ضلع بجنور کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے،اور جب جوان ہو گئے

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

تو اپنے والد کے ساتھ دہلی آئے، سیّد احمد دہلوی صاحبِ فرہنگِ آصفیہ دہلی میں پیدا
ہوئے، اور یہیں نشو ونما پائی، سیّد صاحب ڈپٹی نذیر احمد سے عمر میں صرف دس سال
چھوٹے تھے! فرہنگِ آصفیہ میں "بھتولا" کا نہ آنا اس بات کی دلیل ہے کہ دلی میں یہ
لفظ نہیں بولا جاتا تھا، ضلع بجنور کے دیہات میں بولا جاتا ہو گا۔"(13)

مندرجہ بالا اقتباس سے ماہر القادری کے علمی و ادبی شعور کا بخوبی اندازہ لگانا کچھ مشکل نظر نہیں آتا۔ جس دور اندیشی اور علمی بصیرت سے کام لیتے ہوئے ماہر القادری نے ایک لفظ کے استعمال کی وضاحت کی ہے اس سے ان کی ذہنی شعور اور فکری سوچ کا پتا خود ہی چلتا ہے۔ انھوں نے ایک لفظ کو لغت میں تلاش کیا، لغت میں نہ ملنے پر لغت کے مصنف اور ناول کے مصنف کے ادوار کا تقابلی جائزہ لیا۔ اور اس طرح نہ صرف تحقیق سے بلکہ دلائل کے ساتھ ایک لفظ کے وجود کو واضح کیا ہے، جو ماہر القادری کے تنقیدی شعور کی عمدہ مثال ہے۔ آخر میں ناشر کو دادِ تحسین بھی پیش کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

"ابن الوقت "اردو زبان و ادب کی بلند پایہ کتاب ہے، جس کی اشاعت میں
مجلسِ ترقیِ ادب لاہور دادِ تحسین کی مستحق ہے۔"(14)

ماہر صاحب نے ماہرانہ انداز میں مذکورہ ناول کی تعریف کی ہے۔ الفاظ کا چناؤ او راستعمال خوب صورت طریقے سے کیا گیا۔

رومیو جولیٹ از: ولیم شیکسپیئر مترجمہ عزیز احمد (بی۔اے آنرز) ضخامت 268 صفحات (مجلد) ملنے کا پتہ:۔ کل پاکستان انجمن ترقی اردو، اردو روڈ کراچی عزیز احمد 11 نومبر 1914ء کو پیدا ہوئے۔ وہ اردو کے مشہور ترقی پسند افسانہ نگار، ناول نگار اور پروفیسر تھے۔ ان کی اہم تصانیف میں "گریز، مرمر اور خون، ایسی بلندی ایسی پستی، ہوس، آگ، شبنم وغیرہ شامل ہیں۔ عزیز احمد نے 16 دسمبر 1978ء کو وفات پائی۔ عزیز احمد کے مترجمہ ایک ڈرامہ "رومیو جولیٹ" از ولیم شیکسپیئر، پر ماہر صاحب نے یوں تنقید کا آغاز کی ہے:

" شیکسپیئر کے شہرہ آفاق ڈرامہ "رومیو جولیٹ" کا اردو ترجمہ جناب عزیز احمد
نے کیا ہے، اور ساتھ ہی اس کتاب پر ااایک طویل فاضلانہ مقدمہ تحریر فرمایا
ہے! اس مقدمہ سے ہمیں پہلی بار اس کا علم ہوا کہ شیکسپیئر نے اپنے اس ڈرامہ
(BROOKE) کی منظوم کہانی سے بہت کچھ استفادہ کیا ہے،
میں بروک
بلکہ بقول مقدمہ نگار "بعض بعض حصے تو ایسے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے شیکسپیئر
نے الفاظ بدل کر تقریباً وہی ٹکڑے اپنے ڈرامے میں رکھ لئے ہیں۔"(15)

ماہر صاحب نے ڈرامہ "رومیو جولیٹ" کے مصنف کے حوالے سے بہت سے انکشافات کئے ہیں اور بتایا کہ اس ڈرامے کا ترجمہ ہونے سے یہ بات سامنے آئی کہ کسی اور ادیب کی منظوم کہانی سے اس ڈرامے میں بہت سا حصہ شامل ہے۔ ماہر صاحب نے عزیز احمد کے حوالے سے لکھا ہے کہ انھوں نے شیکسپیئر کا مداح ہونے کے باوجود "رومیو جولیٹ" کے نقائص کی نشاندہی بھی کی ہے۔ ماہر صاحب نے وہ نقائص بھی درج کئے ہیں:

" فاضل مقدمہ نگار شیکسپیئر کے آرٹ کے جہاں مداح ہیں، وہاں ان کی نگاہ میں
"رومیو جولیٹ" کے نقائص بھی ہیں۔ مثلاً
---"دوسرے منظر میں جولیٹ رات کا اور اپنے محبوب کا انتظار کر رہی تھی کہ انّا
کسی کے قتل ہونے کی خبر لائی، پہلے تو جولیٹ یہ سمجھی کہ غالباً رومیو مارا گیا"--- یہاں
قصے کے بیان کرنے میں شیکسپیئر نے ایسی غلطی کی ہے جو قابل معافی نہیں۔
---"رومیو جولیٹ کے اسلوب اور طرزِ بیان میں یکسانیت اور ہم آہنگی نہیں، پستغس

Vol. 7 No.2 2024
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

بغایت پست وبلند بغایت بلند است، اگر شیکسپیئر کے کسی ڈرامہ پر سب سے زیادہ صادق
آتا ہے، تو اسی ڈرامہ پر!۔
---"رومیو جولیٹ" میں کرداروں کی سیرتوں کو نشوونما کا موقعہ نہیں ملتا ہے، اس کی
وجہ یہ ہے کہ ڈراما کے عمل کی مدت بہت مختصر ہے۔"
تبصرہ: اگر کتابوں پر اسی دیدہ ریزی کے ساتھ نقد و نظر کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے لکھے
جائیں تو پڑھنے والے کسی غلط فہمی کا شکار نہیں ہو سکتے۔"(16)

ماہر صاحب نے مندرجہ بالا تحریر میں عزیز احمد کے مقدمہ کو سراہا ہے اور اس کی کھل کر تعریف بھی کی ہے۔ لیکن تحریر کتنی ہی خوب صورت کیوں نہ ہو ماہر صاحب بہت ماہرانہ انداز میں اس تحریر سے بھی زبان و بیان کی غلطیاں چن چن کر نکال لیتے ہیں۔ اسی کتاب کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"ہمیں افسوس کے ساتھ عرض کرنا پڑتا ہے کہ اس کتاب کا مقدمہ جس قدر بلند
ہے، اس کا ترجمہ اسی قدر پست ہے، مترجم فطری شاعر نہیں ہیں، ہاں! موزوں
طبع ضرور ہیں، انہیں آزاد شاعری کی بجائے شگفتہ نثر میں "رومیو جولیٹ" کا ترجمہ
کرنا چاہیئے تھا۔ ایک نمونہ:
"بھلا دم کیسے پھولا ہے، یہ سارے بہانے جو کرتی ہے لگانے کے لئے تو دیر، قصے
سے زیادہ لمبے چوڑے ہیں، کہ جس کے ٹالنے کے یہ بہانے میں بتا مجھ کو، خبر جو
لائی ہے تو بہ ہے کہ اچھی ہے بس اتنا تو بتا دے اور باقی اور تفصیلیں سنوں گی،
میں ٹھہر کے صبر کر لوں گی۔"--
اس قسم کے ترجمے میں پڑھنے والے کو کیا لطف مل سکتا ہے۔"(17)

مندرجہ بالا عبارت میں ماہر القادری نے مترجم کی علمی صلاحیت اور بصیرت کو نشانہ بناتے ہوئے اغلاط کی نشاندہی کی ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے زیرِ تنقید تصنیف سے نمونے کے طور پر چند سطور بھی پیش کی ہیں۔ جس سے ماہر القادری کے تنقیدی شعور کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ماہر القادری خود زبان و بیان پر دسترس رکھتے تھے جس کی وجہ سے وہ کسی بھی مصنف کی لاتعداد غلطیاں کھول کے سامنے رکھ دیتے تھے۔ اسی طرح زیرِ تنقید تصنیف کو انہوں نے جس پیرائے میں جانچا ہے اس سے اس کی فنی کمزوریاں کھل کے سامنے آ گئی ہیں۔

اس اقتباس میں ماہر القادری نے زیرِ تنقید کتاب سے املاء، محاورہ اور دیگر غلطیوں کی اصلاح کی ہے۔ کتاب میں "ان بیاہی" لکھا گیا ہے جو کہ درست نہیں۔ اس کی جگہ ماہر القادری نے "بن بیاہی" کا لفظ بتایا ہے۔ کتاب میں دستِ رس الگ لکھا ہے اور یہاں اضافت کا استعمال بھی غلط کیا گیا ہے۔ اس غلطی کو بھی ماہر القادری نے درست کر کے بتایا ہے۔ مذکورہ کتاب سے ماہر القادری نے بہت سے غلطیوں کی اصلاح کی ہے، جو کہ ان کے تنقیدی شعور کی مکمل وضاحت کرتی ہیں۔

**حوالہ جات**

1۔ماہنامہ "فاران" کراچی، مئی 1949ء کراچی، ص58۔
2۔ایضاً، ص 58۔
3۔ایضاً، ص 59۔
4۔ایضاً، ص59۔
5۔ماہنامہ "فاران" کراچی، شمارہ نمبر7، جلد2، اکتوبر 1950ء، ص56۔

6۔ماہنامہ" فاران" کراچی، شمارہ نمبر9، جلد14، دسمبر1962ء ص54۔
7۔ایضاً، ص 55۔
8۔ایضاً، ص55۔
9۔ایضاً۔ ص55۔
10۔ایضاً۔ ص55۔
11۔ماہنامہ" فاران" کراچی، شمارہ نمبر5، جلد14، اگست 1962ء ص44۔
12۔ایضاً، ص 44۔
13۔ایضاً، ص 45۔
14۔ایضاً، ص 45۔
15۔ایضاً، ص 46۔
16۔ماہنامہ" فاران" کراچی، شمارہ نمبر5، جلد14، اگست 1962ء، ص43،42۔
17۔ایضاً، ص 43۔